۲۵

دعوتِ طعام اور اسلامی آداب

(فرمودہ ۱۰- اگست ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مَیں نے کئی دفعہ اپنے خطبات میں جماعت کے احباب کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ مومن کا ہر کام عقل کے ماتحت ہونا چاہیئے- مومن اور بیوقوفی جمع نہیں ہوسکتی' اس لئے کہ بیوقوفی کی بات پر لوگ ہنسا کرتے ہیں اور مومن اپنی کامیاب راہوں میں ہنسی کے قابل نہیں ہوتا- دشمن ہنسے تو ہنسے، جائز طور پر اس کی کسی بات پر ہنسی نہیں کی جاسکتی کیونکہ خداتعالیٰ نے مومن کو عزت کیلئے بنایا ہے' ہنسی کیلئے نہیں بنایا- اور جسے خدا نے عزت کیلئے بنایا ہو اس کی باتیں ہنسی کے قابل نہیں ہونی چاہئیں تاکہ وہ اس مقام سے نہ گر جائے جس پر خداتعالیٰ نے اسے کھڑا کیا ہے- مگر باوجود بار بار توجہ دلائے جانے کے ہمارے احباب ایسی غلطیاں کرجاتے ہیں جو بعض دفعہ غلط اخلاص کی وجہ سے' بعض دفعہ غلط محبت کی وجہ سے' بعض دفعہ بیوقوفی کی وجہ سے اور بعض دفعہ بعض لوگوں کی منافقت کی وجہ سے مضحکہ انگیز ہوجاتی ہیں-

پچھلے دنوں ایک واقعہ ہمیں یہاں ایسا پیش آیا ہے کہ گو میں اپنی طبیعت کے لحاظ سے اس کے بیان کرنے میں شرم محسوس کرتا ہوں یااس لئے کہ اپنے دوستوں کے نقص کاذکرکرنا پڑتا ہے- مجھے اس کے بیان کرنے پر شرم محسوس ہوتی ہے مگر چونکہ میرے سپرد جماعت کی تربیت کا کام بھی ہے' اس لئے میرافرض ہے کہ گومجھے اس کے بیان کرنے پر شرمندگی

محسوس ہوتی ہے لوگوں کے سامنے بیان کروں۔ رسول کریم ﷺ کی شادی جب حضرت حفصہ ؓ سے ہوئی، مجھے صحیح نام یاد نہیں غالب طور پر میرے ذہن میں اس وقت یہی ہے کہ حضرت حفصہ ؓ ہی تھیں اس وقت بعض لوگوں کو ولیمہ پر بلایا گیا۔ جب کھانا وغیرہ کھاچکے تو لوگ اسی جگہ بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگ گئے۔ رسول کریم ﷺ چاہتے تھے کہ لوگوں نے جب کھانا کھالیا ہے تو چلے جائیں اور اگر باتیں ہی کرنی ہوں تو باہر جاکر کریں، مگر آپ حیا کی وجہ سے ان سے کہہ نہ سکتے تھے کہ اُٹھ جاؤ۔ آپ خاموش رہے اس پر خداتعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا کہ جب کسی کے ہاں کھانا کھانے جاؤ تو کھا کر وہاں بیٹھے نہ رہو بلکہ جب کھانا کھاچکو تو چلے آؤ[1]۔ تب آپ نے اس حکم کو بیان کیا گو اس کے بیان کرتے وقت بھی آپ شرم محسوس کرتے تھے۔ اب ہمارے لئے سب احکام قرآن مجید میں موجود ہیں اور گو ہمیں بھی بعض دفعہ شرم محسوس ہو مگر قرآنی احکام کے مطابق جماعت کی تربیت کے لحاظ سے بعض امور بیان کرنے ہی پڑتے ہیں۔ وہ واقعہ جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے میرے لڑکے[2] کے ولیمہ کی دعوت ہے۔ ہماری جماعت خداتعالیٰ کے فضل سے قادیان میں آٹھ ہزار کے قریب ہے۔ یعنی ان گاؤں کے احمدیوں کو ملا کر جو ایک رنگ میں قادیان کا ہی حصہ ہیں اتنی آبادی ہے۔ سات ہزار دوسَو سے کچھ اوپر تو قادیان کی احمدی آبادی ہے اور باقی آٹھ سَو ملحقہ دیہات کے احمدیوں کی۔ آج سے چند سال پہلے یہاں پانچ اور چھ سَو کی آبادی ہندو اور سکھوں کی تھی، دو سَو چوہڑوں کی تھی، ہزار کے قریب غیراحمدیوں کی تھی۔ ان سب کو اگر ملالیا جائے تو سترہ اٹھارہ سَو آبادی بنتی ہے۔ بہتّر سَو میں سے اٹھارہ سَو نکال دیئے جائیں۔ تو چوّن سَو آبادی اُس وقت احمدیوں کی تھی۔ اس کے بعد جو دوسرے لوگ تھے، ان میں سے کچھ احمدی ہوگئے۔ چوہڑوں کی آبادی کم ہوگئی اور اس کا ایک اچھا خاصہ حصہ مسلمان ہوگیا۔ اگر اس زیادتی کو ملالیا جائے تو احمدیوں کی تعداد چوّن سَو سے اٹھاون سَو بن جاتی ہے اسی عرصہ میں دو ہزار کے قریب آبادی احمدیوں کی اور بڑھ گئی کیونکہ اگر ہر سال سَوا سَو مکان کی اوسط رکھی جائے۔ تو قریباً پانچ سَو نیا مکان قادیان میں اور بنا ہے۔ فی مکان اگر چار کس کی آبادی فرض کرلی جائے، گو بعض گھروں میں اس سے زیادہ آبادی ہوئی ہے تو دو ہزار کے قریب احمدی آبادی زیادہ ہوئی۔ اگر کہا جائے کہ بعض نئے مکان ایسے لوگوں نے بنائے ہیں جو پہلے سے یہاں کرایہ کے مکانوں میں رہتے تھے اور ایسے لوگوں کی تعداد چار، پانچ سَو فرض کرلی جائے تو بھی اس تعداد کو منہا کرکے

پندرہ سولہ سو آدمی رہ جاتے ہیں۔ اٹھاون سو اور پندرہ سو تہتر سو ہوجاتے ہیں۔ گویا اب قادیان کی احمدی آبادی سات ہزار تین سو افراد پر مشتمل ہے اور خداتعالیٰ کے فضل سے روز بروز بڑھنے والی آبادی ہے۔ ان تمام لوگوں کی دعوت کا انتظام نہ تو خاص اہتمام سے کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی مالی لحاظ سے' سوائے خاص مالداروں کے' لوگوں کو اتنی وسعت ہوتی ہے کہ اس قدر بار برداشت کرسکیں۔ اسی وجہ سے یہاں دعوت کے دائرہ کو محدود کرنا پڑتا ہے۔

چنانچہ میں نے اپنے لڑکے ناصر احمد کے ولیمہ کے موقع پر منتظمین کو ہدایت دی تھی کہ وہ محلہ وار دعوت کیلئے نمائندوں کا انتخاب کرلیں' کچھ قریب والے دیہات کے احمدی بلالئے' کچھ یتامیٰ و مساکین اور دارالشیوخ کے لڑکے تھے' اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ اور صدرانجمن کے کارکنوں کو شامل کرکے ایک ہزار کے قریب افراد کا اندازہ کیا گیا اور کھانا جو تیار کیا گیا' وہ چودہ سو کا تھا کیونکہ کچھ کھلانے والے بھی ہوتے ہیں' انہوں نے بھی کھانا کھانا ہوتا ہے' کچھ گھروں میں کھانے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب کھانے کا وقت آیا اور کھانا دینے میں بہت دیر ہوگئی تو میں شور سن کر باہر آیا اس وقت مجھے بتایا گیا کہ سولہ سو کے قریب آدمی جمع ہوچکے ہیں اور ابھی سڑکیں آنے والے لوگوں سے بھری پڑی ہیں اور لوگ بڑی کثرت سے آرہے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کھانا ان سب کو کس طرح کھلایا جاسکتا ہے۔ میں نے دفتر والوں پر ناراضگی کا اظہار کیا کہ یہ تمہارا قصور ہے۔ تمہیں ٹکٹ جاری کرنے چاہییں تھے۔ اب مجھ سے مشورہ لینے کا کیا فائدہ۔ دس پندرہ منٹ کے بعد جب دوبارہ اندازہ لگایا گیا تو معلوم ہوا دوہزار آدمی اکٹھا ہوچکا ہے۔ آخر یہ تجویز کی گئی کہ صدرانجمن کے تمام کارکن' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض صحابہ اور بہت سے طالبعلم اٹھالئے جائیں۔ ان لوگوں کو اٹھا کر کہا گیا کہ آپ پھر کھانا کھالیں پہلے اور لوگوں کو کھانا کھلا لیا جائے۔ اندازاً چھ سو کے قریب لوگ تھے جنہیں اٹھایا گیا لیکن پھر بھی اندازہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے کھانا کھایا وہ سترہ اٹھارہ سو تھے۔ جو چھ سو اٹھائے گئے' انہیں رات کے بارہ بجے کے بعد کچھ چاول تیار کرکے تھوڑے تھوڑے کھلادیئے گئے اور علاوہ ازیں دوسرے دن ان کی دعوت بھی کردی گئی۔ مجھے زیادہ افسوس طالب علموں کا رہا کہ دوسرے دن انہوں نے رخصت پر چلے جانا تھا رات کو وہ یوں بھوکے رہے اور صبح سویرے بغیر دعوت میں شامل ہوئے چھٹیوں پر اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

یہ ایک ایسی غلطی ہے جس کی اصلاح ہونی نہایت ضروری ہے۔ ساڑھے سات ہزار کے قریب جہاں آبادی ہو وہاں اول تو اخراجات کے لحاظ سے ہی محدود ذرائع کے آدمی کیلئے سب کی دعوت کا انتظام کرنا ناقابلِ برداشت ہے اور اگر دو اڑھائی ہزار روپیہ خرچ کرکے سب کو دعوت دی بھی جائے تو بھی سب کو ایک انتظام کے ماتحت کھانا کھلانا سخت مشکل ہوتا ہے۔ جلسہ سالانہ کے دنوں کے متعلق ہی دیکھ لو دال روٹی یا شوربہ روٹی کھلائی جاتی ہے لیکن انتظام کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ مہینوں پہلے انتظام شروع کردیا جاتا ہے' جلسہ کے دنوں میں قادیان کے تمام احمدی دن رات کام کرتے ہیں' مہمانوں سے بھی کام لیا جاتا ہے تب کہیں جاکر کام ہوتا ہے۔ پس نہ تو اتنی بڑی دعوت کا انتظام آسانی سے ہوسکتا ہے اور نہ مالی لحاظ سے اس قدر خرچ برداشت کیا جاسکتا ہے۔ پس ہر دوست کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس قسم کی باتوں کو عملی جامہ پہنانا انسانی طاقت کیلئے ناممکن ہے اور جو ناممکن ہو اسے کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بعض لوگ طبعی طور پر محبت کے جذبات کے ماتحت یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ وہ ہماری دعوت کھانے سے محروم رہیں، میں ان کی محبت کی قدر کرتا ہوں لیکن ہر محبت عقل کے ماتحت ہونی چاہیئے۔ جب عقل کا قبضہ اٹھ جاتا ہے تو محبت بیوقوفی کا رنگ اختیار کرلیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ کوئی شخص تھا جس کی کسی ریچھ سے دوستی ہوگئی۔ ایک دفعہ اس کی ماں بیمار ہوئی۔ وہ ریچھ کو ایک کپڑا دے کر اپنی والدہ کے پاس بٹھا گیا تاکہ وہ مکھیاں اُڑاتا رہے۔ مکھی جب بیٹھے تو ریچھ اُڑادے مگر تھوڑی دیر بعد پھر آبیٹھے۔ آخر اس محبت کے جوش میں کہ بار بار کیوں مکھی بیٹھی ہے وہ ایک بڑی سی پتھر کی سِل اُٹھالایا اور جب پھر مکھی بیٹھی تو اس نے زور سے وہ سِل دے ماری۔ مکھی تو مرگئی مگر وہ عورت بھی ساتھ ہی رخصت ہوگئی۔ اب ریچھ نے ظاہر تو محبت ہی کی تھی مگر کوئی عقلمند اسے محبت تسلیم نہیں کرسکتا۔

رسول کریم ﷺ کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ سے زیادہ کوئی مہربان نہیں ہوسکتا آپ کی ایک شخص نے دعوت کی اور چار اور صحابہ کو بھی مدعو کیا۔ جب رسول کریم ﷺ اس شخص کے مکان کی طرف چلے تو ایک اور شخص بھی ساتھ شامل ہوگیا۔ جب آپ دروازہ پر پہنچے تو اس شخص سے جس نے دعوت کی تھی' فرمایا کہ تم نے میری اور میرے چار دوستوں کی دعوت کی تھی ہمارے ساتھ یہ بھی شامل ہوگیا ہے اگر اجازت ہو تو آجائے نہیں تو واپس

چلا جائے۔ چونکہ جہاں پانچ کیلئے کھانا پکایا گیا ہو وہاں چھٹا شخص اگر آجائے تو کوئی خاص تکلیف محسوس نہیں ہوتی اس لئے اس نے کہا یَارَسُوْلَ اللهِ! میری طرف سے اجازت ہے' یہ شخص بھی آجائے سے ۔ تو شریعت کا حکم یہی ہے کہ جسے دعوت میں بلایا جائے وہی شریک ہو۔ مگر میرے لڑکے کے ولیمہ کی دعوت میں ایک طبقہ ایسا شریک ہوا جو بِن بلائے چلا آیا۔ ان میں بعض مخلصین بھی تھے ممکن ہے اگر مجھے وہ یاد آجاتے تو میں خود ہی انہیں بلالیتا۔ مگر چونکہ ان کا نام میرے ذہن میں نہ آیا اس لئے نہ بلاسکا۔ کل مسجد میں ہی کئی لوگوں کو دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ اگر انہیں بلالیا جاتا تو اچھا ہوتا۔ مگر سات آٹھ ہزار کی آبادی میں سے بعض کا نام رہ جانا قدرتی امر ہے حالانکہ ناموں کی فہرست جو میں لکھ سکتا ہوں' قادیان میں کوئی ایک آدمی اتنی لمبی فہرست نہیں لکھ سکتا۔ مجھے لوگوں کے نام' ان کے پتے اور ان کی شکلیں بہت یاد رہتی ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ خداتعالیٰ نے میرا حافظہ بہت اچھا بنایا ہے' کئی لوگ رہ گئے حتّٰی کہ کئی اچھے اچھے تعلق رکھنے والے رہ گئے۔ مثلاً درد صاحب کا خاندان ہی رہ گیا حالانکہ درد صاحب کے خاندان سے ہمارے خاندان کا بہت پرانا تعلق ہے۔ صوفی عبدالقدیر صاحب جو مولوی عبداللہ صاحب سنوری کے لڑکے ہیں ان کا نام رہ گیا حالانکہ مولوی عبداللہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہایت عزیز تھے اور قدیم صحابہ میں سے تھے اور ان لوگوں کو ہم اپنے خاندان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح میرے بہنوئی عبداللہ خانصاحب ہیں' ان کا نام رہ گیا اور یہ نام فہرست کے آخر میں شامل کئے گئے۔ تو انسان کبھی بھول جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گو نام سب کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں مگر انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ رسول کریم ﷺ ایک دفعہ مال تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک شخص رہ گیا۔ ایک دوسرے شخص نے جو اس کا دوست تھا' رسول کریم ﷺ سے کہا یَارَسُوْلَ اللهِ! یہ بھی تو مومن ہے' اسے بھی دیجئے۔ رسول کریم ﷺ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ کہا آپ پھر خاموش رہے۔ سہ بارہ کہا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں کبھی مومن کو چھوڑ دیتا اور ایک کمزور شخص کو مال دے دیتا ہوں۔ اس لئے کہ تا کمزور شخص کو ٹھوکر نہ لگے ہے ۔

تو بعض دفعہ مومنوں کو چھوڑ دیا جاتا اور منافقوں کو لے لیا جاتا ہے تا انہیں ٹھوکر نہ لگے کیونکہ اگر مومن کو نہ بلایا گیا تو وہ کہہ دے گا اس میں کیا حرج ہے مگر منافق ڈھنڈورا پیٹتا پھرے گا کہ ہم احمدی ہیں' ہمیں کیوں نہیں بلایا گیا۔ پس مومنوں کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ

ہمیں دعوت میں شاید اس لئے نہیں بلایا گیا کہ ہم مومن نہیں بلکہ انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ بسا اوقات منافقوں کو شامل کرلیا جاتا اور مومنوں کو رہنے دیا جاتا ہے تا منافق بالکل ہی پھسل نہ جائے۔ اور پھر جب مجبوری ہو تو پھر مومنوں میں سے بھی انتخاب ہی کرنا پڑتا ہے۔ گو میں سمجھتا ہوں ایسے لوگوں کو بھی اگر شکوہ پیدا ہو تو وہ قابلِ قدر ہے لیکن محبت والا شکوہ دور کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر میں نے دیکھا کچھ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اپنی غفلت سے یہ سمجھ لیا کہ ہمارا بچہ چھوٹا سا ہے' اگر یہ ولیمہ کی دعوت میں شریک ہوگیا تو ڈیڑھ ہزار کے قریب آدمیوں میں کیا حرج ہوگا اور اسی طرح ہر شخص جہاں خود آیا' وہاں اپنے بچوں کو ساتھ لاکر تعداد میں اس نے غیر معمولی اضافہ کردیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ دعوت میں پانچ چھ سَو بچے شریک تھے حالانکہ عام طور پر بچوں کو ہم نے مدعو نہیں کیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض رشتہ داروں کے بچے مدعو تھے مگر ایسے مواقع پر رشتہ داروں سے قدرتاً ممتاز سلوک کرنا پڑتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ نادانی کی وجہ سے یہ خیال کرلیتے ہیں کہ دنیوی رشتہ سے دینی رشتہ بہرحال مقدم ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دینی رشتہ کو ایک تقدم حاصل ہوتا ہے مگر جہاں دینی اور دنیاوی دونوں رشتے مل جائیں' وہاں بہرحال ان رشتہ داروں کو مقدم کرنا پڑتا ہے کیونکہ ان میں دو وجوہ جمع ہوگئے دینی رشتہ داری بھی اور دنیاوی رشتہ داری بھی۔ پس گو بعض رشتہ داروں کے بچوں کو بلایا گیا بعض جگہ کسی استاد کے بچوں کو شامل کرلیا گیا کیونکہ استاد باپ کی طرح ہوتا ہے۔ یا بچوں کا استاد ہوا تو اس کے بچوں کا خیال رکھ لیا اور اس طرح انہیں دوسروں پر ترجیح دے دی۔ مگر یہ ذاتی تعلقات کا حصہ بہت قلیل تھا۔ اور اس میں چند بچے شامل تھے۔ لیکن باقی تمام بچے ایسے تھے جنہیں بلایا نہیں گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں تاریخوں پر غور کرنے سے کبھی معلوم نہیں ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ولیموں میں بچے بلائے جاتے ہوں۔ یہ تو ایک دعا کی تحریک ہوتی ہے۔ اور اس میں بڑی عمر کے لوگوں کا شریک ہونا ضروری ہوتا ہے۔ مگر مجھے بتایا گیا کہ پانچ چھ سَو کے قریب بچے دعوت میں شامل تھے۔ میں سمجھتا ہوں ہر شخص نے یہ خیال کرلیا ہوگا کہ اگر ایک میرا بچہ چلا گیا تو کیا حرج ہوجائے گا۔ دوسرے نے بھی یہی خیال کرلیا ہوگا کہ اگر ایک میرا بچہ چلا گیا تو کیا حرج ہوجائے گا اور اتنے بڑے ہجوم میں کیا پتہ لگے گا اور بعض شاید اس خیال سے لے گئے ہوں کہ یہ بھی ایک دینی کام ہے' بچوں میں جوش پیدا ہوگا۔ یہ نیت اچھی ہے لیکن اس کے پورا کرنے

کے اس سے بہتر مواقع موجود ہیں۔
مثلاً جمعہ کا موقع ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت جمعہ میں بہت کم بچے ہیں۔ وہ دوست کیوں اپنے بچوں کو جمعہ میں نہیں لائے۔ کیا دعوت' جمعہ سے زیادہ دینی کام تھا کہ وہاں تو بچوں کو لے گئے مگر یہاں نہیں لائے۔ جمعہ سے زیادہ کوئی مقدم چیز نہیں۔ میں نے حضرت خلیفہ اول سے بشدّت و بتکرار سنا ہے کہ عیدین بھی جمعہ کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں' ہمارا مقدس دن جمعہ ہے۔ اور گو مجھے اس کے متعلق ذاتی تحقیق کا موقع نہیں ملا مگر میں سمجھتا ہوں حقیقت یہی ہے کیونکہ جمعہ کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے مگر عیدین کا نہیں آیا۔ پس جمعہ جیسے مذہبی فریضہ میں تو وہ بچے نظر نہیں آتے مگر دعوت میں نظر آگئے حالانکہ اگر ان کے مدنظر اپنے بچوں کو دین سکھانا تھا تو وہ یہاں لاتے۔ یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسے بچپن میں ایک دوست کو میں نے دیکھا وہ بڑی حرص سے ریوڑیاں کھارہے تھے۔ طالب علمی کا زمانہ تھا وہ چُھپ چُھپ کر اور بڑی حرص سے اس لئے ریوڑیاں کھارہے تھے کہ کوئی دوسرا ساتھی نہ آجائے۔ میں نے انہیں دیکھا تو پوچھا اتنی حرص سے آپ ریوڑیاں کیوں کھارہے ہیں۔ بجائے اس کے کہ کوئی اور جواب دیتے کہنے لگے حضرت صاحب کی سنت ہے میں نے سنا ہے انہیں ریوڑیاں بہت پسند ہیں۔ میں نے کہا حضرت صاحب تو کونین' ایسٹرن سیرپ اور دوسری تلخ ادویہ بھی استعمال کیا کرتے ہیں اگر سنت پر ہی عمل کرنا ہے تو وہ بھی پیئو۔ گو ریوڑیوں کے متعلق تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت یاد رہی اور تلخ چیزوں کے متعلق خیال بھی نہ کیا۔ اسی طرح بچوں کو دعوت میں تو لے گئے مگر یہاں نہ لائے۔ حالانکہ اصل دینی کام یہ ہے اس نقص کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتے۔ وہ اپنے بچوں کو ایسی جگہ تو لے جائیں گے جہاں میلہ ہو' تماشہ ہو' دعوت ہو مگر جمعہ کے دن نہیں لائیں گے اس لئے کہ بچوں کو گرمی میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ غرض یہ بھی ایک نادانی تھی جس کا بعض دوستوں سے اظہار ہوا۔ مگر ان سب سے زیادہ بُری چیز یہ تھی کہ انہوں نے میزبان کی ہتک کی۔ آخر جب اتنی کثرت سے لوگ آجائیں گے اور انہیں کھانے کو نہیں ملے گا تو کیا اس میں میزبان کی عزت ہے۔ لوگ یہی کہتے جائیں گے کہ ہمیں بلایا مگر کھلایا نہیں اور اگر میں یہ کہوں کہ لوگ بِن بلائے آگئے تو یہ بھی کتنی بُری بات ہے۔ بوجہ امام ہونے کے اس کی شرم بھی تو مجھے ہی آئے گی۔ پس میں اگر نہ بولوں تب بھی مصیبت' کیونکہ لوگوں کی تربیت نہیں ہوسکتی۔

اور اگر کہوں کہ لوگ بِن بلائے آگئے تو بھی مصیبت‘ کیونکہ لوگوں کو حرف گیری کا موقع ملے گا۔

پس میری تو وہی حالت ہے جو کہتے ہیں کسی لڑکی کی سوتیلی ماں نے کُتّا پکا کر اس کے باپ کے سامنے رکھ دیا۔ لڑکی گھبرائی ہوئی پھرتی اور کہتی بولوں تو ماں ماری جائے نہ بولوں تو باپ کُتّا کھائے۔ اسی طرح میں اگر نہ بولوں تو لوگ کہیں گے عجیب کنجوس ہے‘ لوگوں کو بلایا مگر کھلایا نہیں اور اگر کِھلا نہ سکتے تھے تو اتنے لوگوں کو بلایا کیوں تھا اور اگر بولوں تو جماعت پر حرف آتا ہے۔ پس اس دعوت نے مجھے نہایت ہی مشکل میں ڈال دیا۔ اگر کھانا کوئی ایسی چیز ہوتی جو دس پندرہ منٹ میں تیار ہوسکتی تو پھر تو خواہ کوئی بھی صورت ہوتی میں کھانا تیار کروادیتا مگر اس کیلئے تو کافی وقت کی ضرورت تھی جو اس وقت ناممکن تھا۔ پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ انہیں یہ امر سمجھنا چاہیئے کہ جو امر ناممکن ہو‘ اسے کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ اول تو ساری جماعت کو انتظامی لحاظ سے بلایا نہیں جاسکتا دوسرے مالی لحاظ سے بھی دقّت ہوتی ہے۔ پھر دفتر والوں کو بھی چاہیئے تھا کہ وہ ٹکٹ جاری کرتے۔ یہ بھی غلطی ہوئی ہے کہ محلوں میں جب انتخاب کیا گیا تو خودبخود جس کا جی چاہا نام لے لیا گیا اور جس کا جی چاہا چھوڑ دیا گیا۔ میرا خیال ہے آئندہ کیلئے ہماری دعوتوں میں جن کے متعلق لوگوں کو شکوہ پیدا ہوجایا کرتا ہے یہ انتظام ہونا چاہیئے کہ محلّہ وار لوگوں کی فہرستیں تیار رہیں۔ جب دعوت کے موقع پر انتخاب کا وقت آئے تو جن لوگوں کو ایک دفعہ شامل کرلیا جائے دوسرے موقع پر انہیں شامل نہ کیا جائے بلکہ اوروں کو شامل ہونے کا موقع دیا جائے تاکہ اس طرح مختلف دعوتوں میں آہستہ آہستہ تمام لوگ شامل ہوجائیں۔ قرعہ کی تجویز مجھے اس لئے پسند نہیں کہ اس میں یہ دقّت ہوسکتی ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کا ہی نام بار بار نکلتا رہے اس لئے آئندہ یہ طریق اختیار کرنا چاہیئے کہ باری باری لوگوں کو دعوت میں شامل کیا جائے۔ سوائے ایسے کارکنوں کے جن کا قریب رہنا ہر دعوت میں شرعی یا تمدنی طور پر ضروری ہوتا ہے۔ بہرحال اس نظام میں اصلاح کی ضرورت ہے اور عدمِ اصلاح کی وجہ سے ناگوار امور ظاہر ہوتے ہیں۔ کل ہی ایک دوست کی بیوی والدہ صاحبہ کے پاس آکر رو پڑی کہ کیا ہم احمدی نہیں تھے ہمیں کھانے میں کیوں شامل نہیں کیا گیا۔ ایک عورت کے لحاظ سے تو اس کے اخلاص پر مجھے خوشی ہوئی مگر یہ تعلیم یافتہ مرد ہیں‘ ان کے مونہوں سے بھی اگر ایسی ہی بات سنی جائے تو تعجب کی بات ہے

اور زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ انہوں نے نہ سمجھا کہ جو کام ناممکن ہے وہ ممکن کس طرح ہو سکتا ہے۔

پس آئندہ کیلئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ ایک تو جب تک بچوں کو بلایا نہ جائے' انہیں ہمراہ نہ لایا جائے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ سمجھ لیا جاتا ہے میں اکیلا ہی بچے کو لے جارہا ہوں اور لوگ اپنے بچے ساتھ نہیں لائیں گے۔ پھر کہیں بھی احادیث سے یہ ثابت نہیں کہ دعوتوں کے موقع پر بچے بھی بلائے جاتے تھے اور اگر اخلاص کی وجہ سے ہی اپنے بچے ہمراہ لائے تھے تو پھر وہی کرلینا تھا جو رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ کیا۔ آپ نے دعوت کی تو دیکھا کہ لوگوں میں بہت جوش ہے اور وہ سب شامل ہونے کیلئے بے تاب ہیں۔ آپ نے فرمایا جو آئے گھر سے کھانا لیتا آئے۔ اگر یہاں یہی ہوجاتا تو کوئی دقّت نہ ہوتی ہر شخص جو بِن بلائے آتا اپنے گھر سے کھانا لے آتا اور سب مل کر کھالیتے۔ اور مومنوں میں یہ کوئی شرم کی بات نہیں۔ پس اس طرح تو ہم بھی کرسکتے تھے اور اگر یہ نہیں تو پھر تو یہی ہوسکتا ہے کہ چند آدمیوں کی دعوت کردی جائے اور انہیں کھانا کھلادیا جائے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں کبھی یہ شکایت نہیں سنی گئی کہ پچاس آدمیوں کو کیوں بلا لیا گیا۔ مدینہ کے تمام افراد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ عورتوں کی بھی اسی رنگ میں دعوت کی جاتی مگر پھر میں نے کہا کہ اگر عورتیں بھی اسی طرح آئیں تو پہلی غلطی دُہرائی جائے گی۔ اس لئے اپنی رشتہ دار عورتیں اور چند دیگر عورتوں کو بلا لیا گیا۔ اس موقع پر عورتوں کے متعلق میں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں کیونکہ مردوں پر ان کی ذمہ داری بھی ہے۔ میرے بچوں کے نکاح کے موقع پر بعض حرکات عورتوں سے ایسی ہوئیں جو نہایت ہی افسوسناک تھیں۔ ممکن ہے اس کی مرتکب غیراحمدی عورتیں ہوں کیونکہ وہ خطبات میں آجاتی ہیں مگر اس خیال سے کہ شاید احمدی عورتیں ہوں مَیں بیان کردیتا ہوں۔ نکاح کے موقع پر جو میں نے خطبہ پڑھا وہ اس قسم کا تھا کہ اس میں مَیں نے خصوصیت سے اپنے گھر کے لڑکوں اور مستورات وغیرہ کو مخاطب کیا تھا اور میری خواہش تھی کہ وہ اس خطبہ کو سنیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مسجد میں آنے سے پہلے میں گھر میں یہ ہدایت کرکے آیا تھا کہ آج میں خطبہ میں تم سب کو نصیحت کرنی چاہتا ہوں' اس لئے توجہ سے میرا خطبہ سننا۔ جس گھر میں شادی ہو قدرتی طور پر بعض کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے دیر ہوجایا کرتی ہے۔ میرے گھر سے مستورات اُس وقت پہنچیں جب

جگہ بھر چکی تھی اور میرا خطبہ شروع تھا- انجمن والوں نے بھی اس دن یہ کمال کیا کہ مسجد کے قریب کے دفاتر کے دروازے بند کردیئے- اس خوف سے کہ ہجوم کی وجہ سے ان کا مکان ٹوٹ جائے گا- جب میں خطبہ کے بعد گھر پہنچا تو میں نے دریافت کیا کہ تم نے میرا خطبہ سنا تو انہوں نے بتایا کہ ہمیں تو جگہ ہی نہیں ملی اور مجبوراً واپس آنا پڑا- میری ایک بیوی نے بتایا کہ وہ چند مہمان مستورات کے ساتھ مسجد میں گئیں ان میں سے ایک حاملہ بھی تھی- عورتوں کو جب راستہ دینے کیلئے کہا گیا تو ایک عورت نے اس مہمان عورت کے جو حاملہ تھی کہنی ماری اور جب اسے کہا گیا کہ یہ دور سے آئی ہیں اور مہمان ہیں انہیں جگہ دے دینی چاہیئے تو وہ غصہ سے کہنے لگی "اسیں جاندی آں وڈی خبیثاں آئیاں ہین" ایک اور عورت نے میری ایک لڑکی کو اس زور سے مکّہ مارا کہ اس کے نشان پڑگیا- اور آٹھ دس روز تک اس کا نشان قائم رہا- یہ اس قسم کی بداخلاقی ہے کہ حیرت آتی ہے حالانکہ قرآن مجید میں صراحتاً اہلِ بیت کا ذکر آتا ہے اور وہاں بتایا گیا ہے کہ اہلِ بیت کا دُہرا حق ہے- اگر وہ نیکی کریں گے تو انہیں دوسروں سے زیادہ ثواب ملے گا اور اگر وہ بدی کریں گے تو سزا بھی دوسروں سے زیادہ ملے گی- پھر یہ قدرتی بات ہے کہ جب کسی شخص کے سپرد جماعت کی نگرانی کا کام ہو تو اس سے تعلق رکھنے والے کا اعزاز بھی ضروری ہوتا ہے-

پس مَیں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں اور عورتوں کو اسلامی آداب سے واقف کرائیں- قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن اپنے گھر کا ذمہ دار ہوتا ہے- اس لئے ضروری ہے کہ وہ عورتوں کو بھی اسلامی تعلیم سے آگاہ کریں اور اپنے عملی نمونہ سے ان کی رہبری کریں- اگر قادیان کی بعض عورتیں اس قسم کا افسوسناک نمونہ پیش کرسکتی ہیں تو باہر کی عورتوں پر کیا الزام ہو سکتا ہے-

(الفضل ۲۱-۱ اگست ۱۹۳۴ء)

۱؎ الاحزاب: ۵۴

۲؎ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث (مرتب)

۳؎ مسلم کتاب الاشربۃ باب ما یفعل الضیف اذاتبعہ غیر من دعٰی صاحب الطعام

۴؎ مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء من یخاف علی ایمانہ